کرے اور غذا کی مقدار کم کر دے اس لیے کہ ایسے موقع پر جب وبار کا زور ہے، جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی، وہ رطوبات فضلیہ میں ہو جائیں گی۔ اس لیے کم سے کم غذا استعمال کرے کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے، اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبت خشک ہو جائیں یا کم ہوتی رہیں۔ ضروری ہے، لیکن ریاضت وحمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے۔ اس لیے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار میں موجود رہتی ہیں جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا، اگر وہ ریاضت وحمام کرلیتا ہے، تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس جید[1] کے ساتھ ملجاتے ہیں، جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے، اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وبار کے پھوٹنے کے وقت وبار کے مقام سے نکلنا دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے۔ جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہوگا۔ اور تعدیہ وبار کا بھی اندیشہ ہے اس لیے سفر نہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام وبار سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلائق ہوگا اس روشنی میں اطبار کے کلام کی تائید بھی ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑگئی اور اس ایک نہی سے قلب وبدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آگئیں۔[2]

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ فرمانا لاتخرجوا فرارًا منہ سے آپ کے بیان کے مطابق معنی مراد لینے میں کیا مانع ہے، اس لیے کہ آپ کسی خاص عارض کی وجہ سے سفر کرنے اور ایسے مقام سے نکلنے سے نہیں روکتے میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی طبیب نے ایسے مواقع پر حرکت سے روکا ہے یہ کسی دانشور اور حکیم کی بات ہو سکتی ہے کہ لوگ طاعون پھیلنے کے وقت چلنا پھرنا اور دوسری حرکات قطعی بند کر دیں اور پتھر وپہاڑ کی طرح بس ایک جگہ جمع رہیں، بلکہ ہدایت تو صرف اتنی ہے کہ ممکن حد تک حرکات سے روکا جائے اور جو آدمی کہ اس وبار سے بھاگ کر حرکت کرتا ہے۔ اس کی حرکت تو کسی خاص ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ صرف وبار سے فرار ہی مقصد بنا کر حرکت کرتا ہے، ایسے آدمی کے لیے جس

---

[1] کیموس خلط یا کھانے کی وہ حالت جو معدہ کے ہضم کے بعد غذا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لفظ یونانی ہے۔

[2] اس میں ایک اور معنی پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ وبائی امراض کے تعدیہ کا انتقال قابل احتراز ہے۔

پر اس وبار کا ہوا سوار ہو اس کے لیے راحت اور سکون ہی نافع ہے، اس سے وہ توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتا ہے اور تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، اگر جو لوگ بلا حرکت کے اپنی معاش اور دوسری ضرورتوں کے محتاج ہوں۔ ان کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی سکون و راحت اختیار کریں۔ جیسے کاریگروں کا طبقہ مسافرین کی ٹولی مزدوروں کے گروہ خوانچہ فروشوں کی جماعت ان کو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم قطعاً ادھر ادھر نہ کرو نہ پھرو نہ جاؤ نہ کماؤ ہاں ان کو روک دیا گیا ہے جن کو اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں مثلاً محض وبا کے ڈر سے بھاگنے والوں کا سفر۔

البتہ جن مقامات پر طاعون کی وبا پھوٹ چکی ہو، وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

۱۔ پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورت حال سے پرہیز۔

۲۔ جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

۳۔ ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہے، اور جس کا ماحول فاسد ہو چکا ہے

۴۔ جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز تاکہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

خود سنن ابو داؤد میں مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ [1] وبار میں گھسے رہنا ہلاکت ہے۔

۵۔ بدفالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لیے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ طیرہ تو اس کے لیے ہے، جو بدفالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی اور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل، تسلیم و رضا، تفویض، خدا سپاری اس طرح پہلی صورت میں تعلیم و تادیب ہے، دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی ایک مہم پر روانہ ہوئے، جب

---

[1] امام ابو داؤد نے ۳۹۲۳ میں کتاب الطب کے باب فی الطیرۃ کے تحت اور امام احمد نے ۳/۴۵۱ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی سند میں جہالت ہے۔

آپ سرغ [1] کے ایک علاقے میں پہنچے تو ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھی کی ملاقات ان سے ہوئی ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے، اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئی کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیئے یا لوٹ جانا چاہیئے، آپ نے ان حالات میں ابن عباس سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کے افراد جو شریک مہم ہیں بلا کر لایئے چنانچہ وہ ان کو بلا لائے آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کے لیے رکھی، وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے، کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں اس لیے ہمیں اس مہم کو سر کیے بغیر واپس نہ جانا چاہیئے، دوسروں کا مشورہ آیا کہ امت کے برگزیدہ اشخاص آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ کو اس وباء میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہ دیں گے، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اچھا آپ لوگ جایئں، پھر آپ نے انصار کو طلب فرمایا میں ان کو بلا کر لایا ان کے سامنے بھی بات رکھی ان کی روش بھی وہی رہی جو مہاجرین کی تھی، ان میں بھی اختلاف رہا پھر آپ نے ان سے بھی مجلس سے ـ چلے جانے کا حکم دیا، پھر آپ نے مجھ سے کہا، قریش کے وہ برگزیدہ جو فتح مکہ میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلوس میں تھے ـ ان کو بلایئے میں انہیں بلا لایا ان میں کا کوئی اختلاف کا شکار نہیں رہا ـ انہوں نے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جایئں اور ان برگزیدہ اصحاب کو وبار کی بھینٹ نہ چڑھایئں اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے ـ چنانچہ صبح کو سب واپس ہونے کے لیے آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے فرمایا امیر المؤمنین قضائے الٰہی سے گریز کر رہے ہیں آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ ایسی بات آپ کے شایان شان نہیں آپ اس کے سوا کہہ سکتے ہیں، ہاں یہی سمجھ لیں کہ ایک تقدیر الٰہی سے دوسری تقدیر کی جانب ہم بھاگ رہے ہیں ـ یہ تو روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ اپنے اونٹ لے کر کسی وادی میں اترتے ہیں جس کے دو کنارے ہیں ایک شاداب دوسرا خشک اگر شاداب علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو قضاء الٰہی سے ہے اور اگر خشک علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو یہ بھی تقدیر الٰہی کی بنیاد پر ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے، اس موقع پر نہ تھے یہ ماجرا سن کر فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے ـ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ ص ۳۱ پر)

[1] سرغ، حجاز سے متصل شام کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کا نام ہے،